اسلامی حکومت کیوں؟

از امام سیّد روح اللہ خمینی
ترجمہ : محمد نصراللہ خان خازن

دُنیا میں قانون ہی انسانی معاشرے کی اصلاح اور اُس کی خوش حال زندگی کی ضمانت دیتا ہے لیکن معاشرے کی اصلاح اور خوش حالی کے لیے محض قوانین کا مجموعہ کافی نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے لیے قانون کا عملی نفاذ ضروری ہے۔ اور قانون کے نفاذ کے لیے کسی با اختیار ادارہ —— قوت حاکمہ —— کا وجود ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے لیے دُنیا میں بعثتِ انبیاء کے ذریعہ ایک طرف مجموعہ قوانین کا انتظام کیا۔ اور دوسری طرف حکومت کا قیام ضروری قرار دیا[1] کہ قوانین کے اجراء و نفاذ کے لیے ضروری ڈھانچہ مہیا کیا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اسلامی معاشرے میں سربراہ مملکت کی حیثیت سے تمام انتظامی ادارات

---

[1] مثلاً ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ وَاَنِ احْکُمْ بَیْنَھُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ وَلَا تَتَّبِعْ اَھْوَآءَھُمْ وَاحْذَرْھُمْ اَنْ یَّفْتِنُوْکَ عَنْ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْکَ (المائدہ : ۴۹) (اور یہ کہ تم اُن کے درمیان حکومت کرو اس ہدایت کے مطابق جو اللہ نے اُتاری ہے۔ اور اُن کی خواہشات کی پیروی نہ کرو اور ہوشیار رہو کہ وہ تمہیں فتنہ میں مبتلا کر کے اس ہدایت کے کسی جزو سے نہ پھیر دیں جو اللہ نے تمہاری طرف نازل کی ہے)۔

نیز ارشاد ہے : وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ (المائدہ : ۴۴) اور جو اس قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے اُتارا ہے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔ (مترجم)

خود چلاتے رہے ہیں۔ خصوصاً آپ نے دعوت و تبلیغ، فصلِ خصومات اور نظمِ مملکت جیسے اہم ترین امور کے لیے ضروری احکام و قوانین کے نفاذ کا اہتمام کیا۔ یہاں تک کہ باقاعدہ حکومت معرضِ وجود میں آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں محض فوجداری قوانین وضع کرنے پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اُن کے نفاذ کی عملی کوشش کی گئی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چور کا ہاتھ کاٹا ہے، مختلف جرائم پر کوڑے لگائے، کچھ جرائم پر رجم کی سزا دی ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ کے غیر معمولی فرائض آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہم ترین فرائض سے کسی طرح کم نہ تھے۔ کیونکہ خلیفہ کا تقرر محض تبیینِ احکام کے لیے نہ تھا، بلکہ خلیفہ کے فرائض میں تنفیذ و اجراءِ احکام بھی شامل تھا۔ یہی وہ مقصد ہے جس سے خلافت کی اہمیت و عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر یہ تصور کر لیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد خلیفہ کا تعین نہیں کیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ العیاذ باللہ آپ نے رسالت کا فریضہ ہی ادا نہیں کیا۔ ظاہر ہے، جو مسلمان نئے نئے اسلام میں داخل ہو رہے تھے انہیں اس بات کی شدید ضرورت تھی کہ کوئی با اختیار شخصیت ان پر خدا کا قانون نافذ کرے اور اس کے احکام اور اس کی شریعت لوگوں پر جاری کرے تاکہ انہیں دُنیا و آخرت کی سعادت نصیب ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ اجتماعی قوانین نافذ کرنے اور اجتماعی ادارات چلانے کے لیے ایک با اختیار شخص یا ادارہ کی ضرورت قطعی ہے۔ دُنیا کے کسی ملک میں بھی محض قانون سازی سے کوئی فائدہ نہیں ہوا، نہ اس سے معاشرے کو کوئی خوشحالی نصیب ہو سکتی ہے۔ تجربہ شاہد ہے کہ قانون ساز ادارہ کی پشت پر انتظامی قوتِ نافذہ کا وجود نہایت ضروری ہے۔ صرف اسی طریقے سے عوام عادلانہ قانون سازی کے ثمرات سے بہرہ اندوز ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا اسلام نے قانون سازی کے پہلو بہ پہلو با اختیار انتظامیہ کا وجود ضروری قرار دیا ہے اور معاشرہ کی تعلیم و تربیت اور ذرائع ابلاغ کے علاوہ تنفیذِ احکام کے لیے ولی الامر

---

[1] "خلیفہ" کی اصطلاح کا استعمال امام خمینی کی تقریروں اور تحریروں میں بے حد اہمیت رکھتا ہے۔ یہ اُن کی ذہنی وسعت کا نشان ہے۔ (ایڈیٹر)

(صاحب اختیار) کا تقرر بھی کیا ہے[1]۔ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور سیرت طیبہ سے تشکیل حکومت

[1] آیت کریمہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ الخ (النساء ۵۹) (اے ایمان لانے والو! تم اطاعت کرو اللہ کی اور اللہ کے رسول کی اور اُن لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں) ہیں "ولی الامر" صاحب امر، کی اطاعت ہم پر فرض کی گئی ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد "اولوالامر" "ائمہ اطہار" ہیں جنہیں اس بات کا مکلف کیا گیا ہے کہ وہ اسلامی قوانین و احکام کی تشریح کریں۔ مسلمانوں اور دوسرے اہل عالم میں انہیں پھیلائیں۔ اسی طرح انہیں اس بات کا مکلف بھی کیا گیا ہے کہ وہ ان احکام و قوانین کو دنیا میں نافذ کریں اور ائمہ اطہار کے بعد عادل و منصف فقہاء پر یہ فریضہ عائد کیا گیا ہے کہ وہ ان ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے اٹھ کھڑے ہوں (مصنف)

(نوٹ) مندرجہ بالا آیت سے استدلال کرتے ہوئے اصل کتاب کے حاشیہ نگار نے "اولوا الامر" سے صرف "ائمہ اطہار" مراد لے کر تخصیص کر دی ہے۔ حالانکہ آیت کے الفاظ اس کی تائید نہیں کرتے۔ آیت مذکورۃ الصدر میں لفظ "مِنْكُمْ" (تم میں سے) کے ذریعہ "اولی الامر" کی صراحت کر دی گئی ہے۔ مِنْكُمْ میں موجود ضمیر جمع مخاطب یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا (اے ایمان لانے والو) کی طرف راجع ہے جنہیں اس آیت میں خطاب کیا جا رہا ہے اور وہ اہل ایمان بھی ہیں جو بعد میں آنے والے ہیں۔ اس طرح آیت کا اطلاق تمام اہل ایمان پر ہوتا ہے۔ یعنی اے ایمان لانے والو اللہ اور اس کے رسول کے علاوہ اُن اولوالامر کی اطاعت کرو جو تم میں سے ہوں۔ ان میں ائمہ اطہار کے علاوہ باقی اہل ایمان بھی شامل ہیں۔ ہمارے نزدیک اسلام میں ان تمام "اصحاب امر" کی اطاعت واجب ہے جو خود بھی خدا اور رسول خدا کے اطاعت گزار ہوں۔ کیونکہ اسلام میں خدا و رسول کی نافرمانی کرنے والوں کی اطاعت جائز نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لا طاعۃ فی معصیۃ الخالق (خالق کی نافرمانی کی صورت میں کوئی اطاعت نہیں ہے) اولوا الامر کی مزید توضیح کے لیے ملاحظہ ہو۔ اسلامی ریاست (مصنفہ مولانا مودودی) صفحہ ۱۸۵ تا ۱۹۱ و صفحہ ۳۸۲ تا ۳۸۶۔ (مترجم)

علاوہ ازیں پیچھے جو خلیفہ کی بحث امام خمینی نے کی ہے اُسے پڑھ کر بتائیے کہ آیا رسول اللہ کے بعد کوئی نظام حکومت نہیں تھا، کوئی انتظامیہ نہیں تھی، اور شریعت نافذ نہیں تھی؟ اگر ایسا ہوتا تو اہل حق قلت کے باوجود اسی طرح اٹھ کھڑے ہوتے جس طرح امام حسینؑ کھڑے ہوئے تھے۔ امام حسین کے والد اور جمیع اہل بیت موقع (باقی بر صفحہ آئندہ)

کی اہمیت و ضرورت کے بارے میں واضح رہنمائی ملتی ہے۔ اولاً آپ نے اپنے عہد مبارک میں حکومت کی باقاعدہ تشکیل کی ہے، تاریخ اس پر گواہ ہے۔ آپؐ ریاست کے باقاعدہ سربراہ تھے۔ آپؐ نے مختلف علاقوں پر گورنر مقرر کیے۔ خود ایک جج کی حیثیت سے لوگوں کے باہمی تنازعات کا فیصلہ کیا اور ملک کے دوسرے حصوں میں باصلاحیت اشخاص کو مقدمات کے تصفیہ کے لیے قاضی کے منصب پر مامور فرمایا۔ اپنی ریاست کے باہر مختلف قبائل کے سرداروں اور مختلف ملوک و سلاطین کی طرف سفیر بھیجے۔ مختلف رؤسا و سلاطین کے ساتھ صلح و جنگ کے معاہدات کیے۔ جنگوں کی بذاتِ خود قیادت کی۔ اور مختصر یہ کہ اسلام کے جملہ احکام بالفعل ملک میں نافذ کیے۔ ثانیاً اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپؐ نے اپنے بعد خلیفہ کا تقرر فرمایا[۵]۔ تاکہ

(بقیہ نوٹ از صفحہ سابقہ)

پر موجود تھے۔ غلط بحثوں سے ایسے سوالات پیدا ہوتے ہیں جن کا جواب دینا مشکل ہو جاتا ہے (ایڈیٹر)

(حاشیہ صفحہ ہٰذا)

۵؎ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم قرآن کے اس ارشاد سے مستفاد ہے: وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ الخ (النور ۵۵) (اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے اُن لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ اُن کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح اُن سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے .....) حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی قدس سرہ العزیز اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "اس جگہ ایک اور بات بھی قابلِ ذکر ہے۔ یہ وعدہ بعد کے مسلمانوں کو تو بالواسطہ پہنچتا ہے بلاواسطہ اس کے مخاطب وہ لوگ تھے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں موجود تھے۔ وعدہ جب کیا گیا تھا اس وقت واقعی مسلمانوں پر حالت خوف طاری تھی اور دینِ اسلام نے ابھی تک حجاز کی زمین میں بھی مضبوط جڑ نہیں پکڑی تھی۔ اس کے چند سال بعد یہ حالت خوف نہ صرف امن سے بدل گئی بلکہ اسلام عرب سے نکل کر ایشیا اور افریقہ کے بڑے حصے پر چھا گیا۔ اور اُس کی جڑیں اپنی پیدائش کی زمین ہی میں نہیں کرۂ زمین میں جم گئیں۔ یہ اس بات کا تاریخی ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ وعدہ ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے زمانے میں پورا کر دیا۔ اس کے بعد کوئی انصاف پسند آدمی مشکل ہی سے اس امر میں شک کر سکتا ہے کہ تینوں حضرات کی خلافت پر خود قرآن (باقی بر صفحہ آئندہ)

وہ ان ذمہ داریوں کا بوجھ اُٹھائے جن کا بوجھ آپ نے خود اُٹھا رکھا تھا۔ آپ کا خلیفہ مقرر کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ کے بعد نظمِ حکومت کو باقی اور جاری رکھنا اہلِ ایمان کے فرائض میں داخل ہے۔ چونکہ خلیفہ کا یہ تقرر اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا اس لیے حکومت اُس کے ادارات اور اس کے انتظامی ڈھانچے کو قائم اور جاری رکھنا بھی خدا ہی کے حکم سے تھا۔[1]

یہ بات بالکل واضح ہوگئی ہے کہ تنفیذِ احکام کی ضرورت عہدِ نبوی تک ہی محدود نہ تھی، بلکہ یہ ضرورت ہمیشہ کے لیے ہے کیونکہ اسلام کسی خاص زمانے یا کسی خاص علاقے کے لیے مخصوص نہیں ہے۔ یہ ہمیشہ جاری و ساری نظامِ زندگی ہے، اس لیے اس کے احکام و قوانین کا نفاذ اور انسان کی اجتماعی زندگی پر اُن کا اطلاق اور پابندی بھی ہمیشہ کے لیے ہے۔ جب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلال قرار دیا ہوا قیامت تک کے لیے حلال اور آپ کا حرام کیا ہوا بھی قیامت تک کے لیے حرام ہے تو آپ کی قائم کردہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

کی مہرِ تصدیق لگی ہوئی ہے اور ان کے مومن صالح ہونے کی شہادت اللہ تعالیٰ خود دے رہا ہے۔ اس میں اگر کسی کو شک ہو تو نہج البلاغۃ میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی وہ تقریر پڑھ لے جو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایرانیوں کے مقابلے پر خود جانے کے ارادے سے باز رکھنے کے لیے کی تھی۔" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۴۱۹) اس کے بعد مولانا محترم نے پوری تقریر نقل فرمائی ہے۔ یہ تقریر نہج البلاغۃ خطبہ نمبر ۱۴۶ میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ علاوہ ازیں استخلاف فی الارض کے بارے میں تفصیلی بحث اسلامی ریاست ص ۳۹ تا ۱۴۴ و ص ۱۹۵ تا ۲۰۳ میں ملاحظہ فرمائیں (مترجم)

اگر کوئی شخص انکار کرے کہ حضورؐ نے اپنے بعد حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ مقرر نہیں فرمایا تھا تو وہ یہ بھی وضاحت کرے کہ پھر حضورؐ کی تنظیم و تربیت جماعت ایسی کمزور تھی کہ جسے خلیفہ مقرر فرمایا تھا اُس کی جگہ کوئی دوسرا شخص خلافت پر قابض ہوگیا اور پوری جماعت ٹس سے مس نہیں ہوئی۔ مزید یہ بھی فرمایئے کہ دورِ صدیقی و فاروقی و عثمانی میں نظام اسلامی تھا یا غیر اسلامی؟ غیر اسلامی تھا تو رسول اللہ کے چہیتے اور پسندیدہ عنصر کا فریضہ کیا تھا؟ (ایڈیٹر)

[1] یہاں پچھلی بحث کا واضح جواب آگیا ہے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد" حکومت اس کے ادارات اور اس کے انتظامی ڈھانچے کو قائم اور جاری رکھنا خدا ہی کے حکم سے تھا۔ ورنہ جیسے کہ اُوپر امام خمینی یہ کہہ چکے ہیں کہ "اس کا مطلب یہ ہوگا کہ العیاذ باللہ آپؐ نے رسالت کا فریضہ ہی ادا نہیں کیا۔" (ایڈیٹر)

حدود کو معطل کرنا، آپ کی تعلیمات کو مہمل قرار دے کر اُن سے بے نیاز ہو جانا، آپ کے جاری کردہ احکامِ قصاص کو ترک کر دینا یا اُمت مسلمہ اور ممالک اسلامی کی اعتقادی اور جغرافیائی سرحدوں کے تحفظ و دفاع سے دستبردار ہو جانا کسی طرح بھی جائز نہیں ہے۔ یہ تصور کہ اسلام کسی خاص زمانہ یا کسی مخصوص علاقے کے لیے آیا تھا، اسلام کے اساسی عقائد و نظریات کے سراسر خلاف ہے۔ چونکہ اسلام کے احکام و قوانین کا نفاذ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک کے لیے ضروری ہے اس لیے ایسی حکومت کا قیام اسلامی نقطۂ نظر سے از حد ضروری ہے، جس میں نظمِ حکومت چلانے اور احکام نافذ کرنے کی صلاحیت و قوت موجود ہو۔ اگر ایسی حکومت قائم نہ کی جائے یا وہ نفاذِ احکام کے لیے ضروری طاقت و قوت سے محروم ہو تو معاشرے میں اجتماعی بگاڑ اور اعتقادی و اخلاقی بے راہ روی پیدا ہو گی۔ اس لیے معاشرے کو اس سے محفوظ رکھنے کے لیے ایسی حکومت کے قیام کے سوا چارہ نہیں ہے، جو معاشرے کی پوری اجتماعی زندگی کو عدل و انصاف پر قائم کر کے انسان کو انسان کی غلامی سے آزادی اور معاشی و معاشرتی پریشانیوں سے امن و سکون بخش سکے۔

یہ بات شرعی مقتضی اور عقلی دلیل سے ثابت ہو گئی ہے کہ حکومت کے سلسلے میں جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ضروری تھا وہی کچھ بعد کے ادوار میں حتیٰ کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے دور میں بھی ضروری تھا۔ اور وہی کچھ آج ہمارے اِس دور میں بھی ضروری ہے۔ اب اس کی مزید وضاحت کے لیے میں آپ کی توجہ اس سوال کی طرف مبذول کراتا ہوں کہ ہمارے امام مہدیؑ کی غیبت کبریٰ پر ایک ہزار سال سے زیادہ مدت گزر گئی ہے۔ پیشتر اس کے کہ زمانے کے حالات امام منتظر کے دوبارہ ظہور کے مقتضی ہوں کئی ہزار سال گزرنے کا امکان ہے۔ اب اس طویل مدت کے دوران میں کیا اسلام کے احکام معطل رہیں گے؟ اس عرصے میں لوگ اپنی مرضی کے مطابق عمل کرتے رہیں گے؟ کیا اس سے معاشرے کی اجتماعی زندگی میں گڑبڑ نہ پیدا ہو گی؟ وہ قوانین جن کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُنیا کو دعوت دی اور جن کی نشر و اشاعت، تبلیغ و تشریح اور تنفیذ و اجراء میں تئیس سال صرف کیے کیا وہ ایک محدود مدت کے لیے تھے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے شریعت کی عمر صرف دو سو سال ہی مقرر فرمائی تھی؟ کیا اسلام کو غیبت صغریٰ کے بعد ہر چیز سے دست بردار ہونا تھا؟ میرے نزدیک یہ رائے اس عقیدہ سے

سلہ یہی وہ حقیقت ہے جس کی وضاحت حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے (باقی برصفحہ آئندہ)

جس کہیں بڑھ کر ناقابل قبول ہے کہ "اسلام منسوخ ہو چکا ہے !" جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ " وطن کی سرحدوں کا دفاع ضروری نہیں ہے۔ یا یہ کہ خمس یا زکوٰۃ کی ادائیگی سے روکنا جائز ہو سکتا ہے یا یہ کہ اسلام کا تعزیری قانون معطل اور بیکار ہو چکا ہے۔ یا یہ کہ آج کے دور میں قصاص اور دیت لینا بڑا سنگین فعل ہے" وغیرہ۔ لہٰذا جو شخص یہ رائے رکھتا ہے کہ اب اسلامی حکومت کے قیام کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ وہ گویا اسلامی احکام کے نفاذ پر یقین نہیں رکھتا۔ وہ دراصل اسلامی احکام کے تعطل اور جمود کا داعی ہے۔ بالفاظ دیگر وہ سرے سے اس بات ہی کا انکار کرتا ہے کہ اسلام ایک جامع اور ہمہ گیر نظام زندگی ہے۔

کسی مسلمان کو بھی اس بارے میں شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی حکومت کا وجود ضروری ہے۔ اس معاملے میں سب متفق ہیں۔ اختلاف اگر ہے تو صرف اس معاملے میں ہے کہ اس کی ذمہ داری کس پر ڈالی جائے؟ یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ حکومت (علی منہاج النبوت) آنحضورؐ کے بعد بھی اپنے جملہ انتظامی ادارات، تنفیذی اختیارات اور امتیازی خصوصیات کے ساتھ بالعموم موجود تھی حتیٰ کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے زمانے میں بالخصوص وہ اسی صورت میں موجود تھی[1] یاد رہے کہ اسلامی قوانین خود اس بات کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

آج سے ۲۰ سال پیشتر یعنی ۱۹۵۲ء میں کراچی بار ایسوسی ایشن کے سامنے "اسلامی دستور کی تدوین" کے موضوع پر اپنی تقریر کے ان الفاظ میں کی تھی۔ " اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں میں سے حضرات شیعہ اس بات کے قائل ہیں کہ نبی کی طرح امامت کا منصب بھی توفیقی ہے یعنی امام بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے مامور ہوتا ہے۔ لیکن یہ اختلاف بھی عملاً یوں ختم ہو گیا ہے کہ شیعہ حضرات کے نزدیک بھی بارھویں امام کی غیبت کے بعد سے چونکہ منصب امامت ان کے ظہور ثانی تک موقوف ہے۔ اس لیے مسلمانوں کے اجتماعی معاملات کی سربراہ کاری اب بہر حال کسی غیر مامور من اللہ ہی کے سپرد ہونی چاہیے"۔

(اسلامی ریاست ص ۳۳۰) (مترجم)

حاشیہ صفحہ ہذا:

[1] اس موقعہ پر بھی اور اس سے قبل بھی امام خمینی نے پہلے تین خلفائے راشدین حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، و حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی خلافت کا ذکر محض اشارہ کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

بیّن دلیل ہیں کہ یہ ایک ایسی ریاست کا قیام عمل میں لانے کے لیے وضع گئے ہیں جس میں تمام شہریوں سے منصفانہ سلوک کرنے والی قوتِ نافذہ، عادلانہ اقتصادی نظام اور اعلیٰ اخلاقی اقدار کی حامل ایک تہذیب وجود میں آئے۔

آپ غور فرمائیں شریعت کے احکام ایسے مختلف النوع قوانین پر مشتمل ہیں جن سے ایک ایسا اجتماعی نظام معرضِ وجود میں آتا ہے جو افراد معاشرہ میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون و خیر خواہی اور ایک دوسرے پر اعتماد و انحصار کی فضا پیدا کرتا ہے۔ یہ ایسا عادلانہ نظام ہے جو انسان کی تمام بنیادی ضروریات مہیا کرتا ہے، معاشرے کے تمام افراد کے مابین بہتر معاشرتی تعلقات استوار کرتا ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ

شیعوں کے ہاں نے مختاد طرز بیان ہے۔ لیکن آپ کی تحریر سے یہ ضرور مترشح ہوتا ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انتخاب خلیفہ میں اختلاف کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے لے کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت تک آخر تک حکومت کے اس تسلسل کے قائل ہیں جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے قائم کیا تھا۔ اس کا اشارہ امام خمینی خود آغاز بحث میں کر چکے ہیں۔ ہم اس اندازِ فکر کو اس پس منظر میں دیکھیں کہ آپ کی یہ تحریر دراصل آپ کے وہ لیکچرز ہیں جو آپ نے ایران میں کامیاب اسلامی انقلاب پانے سے تقریباً دس سال پیشتر ۱۳ ذیقعدہ سے یکم ذوالحجہ ۱۳۸۹ھ تک نجف اشرف میں علوم دینی سے سند فراغت پانے والے شیعہ علماء دین کی ایک بڑی جماعت کو دیے تھے۔ ان لیکچرز میں آپ نے علماء کے اذہان میں اسلامی حکومت کے قیام کے سلسلے میں پیدا ہونے والے شکوک و شبہات کے ازالہ کی کوشش کی ہے۔ اور انہیں فریضہ اقامتِ دین کے لیے کمربستہ ہونے کی دعوت دی ہے۔